مغربی تصور میں ''وھابی'' کون ہے؟

ترجمہ و تفہیم: مولانا محمد ادریس السلفی
مدرس جامعہ سلفیہ

مغربی سیاست و صحافت میں ''وہابی'' صرف شیخ محمد بن عبدالوھاب کے متعلقین و ہم مشرب کو نہیں بلکہ ہر اس مسلمان کو ''وہابی'' گردانا جاتا ہے جو دین اسلام سے سنجیدگی کیساتھ منسلک ہے اگرچہ اس نے شیخ کی کوئی تصنیف بھی نہ دیکھی ہو، بلکہ خواہ ان کے معتقدات میں موافقت بھی نہ رکھتا ہو۔ بدعات وخرافات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اہل اسلام کے متفق علیہ افعال و اعمال سے مزین ہے۔ مغربی لوگ اسے ''وہابی'' کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی پابندی، شراب سے مجتنب، سود کا منکر، مرد وعورت کے آزادانہ اختلاط کا انکاری، جدید افکار مغرب کا باغی اور جس کا بھی یہ عقیدہ ہو کہ دین اسلام ہی حق و سچ ہے اور اس کا وہ داعی ہو۔

بالاختصار مغرب ہو یا مشرق ہر جگہ دین اسلام کی تعلیمات سے التزام کے وجوب کا قائل اہل مغرب کے نزدیک ''وہابی'' ہے۔

مسلمان کی جگہ یہ لفظ اہل سیاست کو مغربی مفکرین کے عنایت کیا ہے جس کی غرض خالصتاً سیاسی تھی۔ کیونکہ اگر اہل مغرب صراحۃً مسلم امہ کو تعلیمات اسلام کے ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں، تو ناممکن ہے کہ کوئی بھی اس پر کان دھرے اور قرآن وسنت سے تعلق میں کمزوری آنے دے۔ ہاں اگر اسلام یا قرآن وسنت کے الفاظ صریحہ کی بجائے ''وہابیت'' کا انکار و ردّ کیا جائے تو وہی کام آسانی سے انجام پا سکتا ہے۔ کیونکہ خود اسلامی ممالک میں بہت سے لوگ ان ''وہابیوں'' سے میل رکھتے ہیں اور ان کی طرف کچھ ایسی تعلیمات منسوب کر کے عداوت عامہ کو ہوا دیتے رہتے ہیں جو اگرچہ ان میں نہیں لیکن ان کے ساتھ شہرت ہو چکی ہے۔ ان کے معاملات عداوت میں کتنی صداقت ہے اس سے قطع نظر یہ کام ومقصد اس کلمہ ''وہابی'' کی شناعت سے آسان ہو سکتا ہے۔

یہ تو ہوا ''وہابی''۔ اب اس کے علاوہ مسلمان کون ٹھہرا؟ جو قرآن پاک کو اس طرح سمجھے جس طرح یہود ونصاریٰ اپنی کتب کو سمجھتے ہیں؟ اور اپنی زندگی میں دین کو اتنا ہی عمل ودخل دے جتنا اہل مغرب دین مسیح علیہ السلام کو دیتے ہیں۔ اہل مغرب کی بے دین ثقافت کا انکار نہ کرے۔ اپنے ملک وملت کیلئے ان کی سیاست کو زہر قاتل خیال کرتے ہوئے بھی اس کی مخالفت کا نہ سوچے ''جہاد'' کا لفظ ہونٹ پر نہ آنے دے۔ کیونکہ ان امور کا حامی، داعی اور عامل تو ان کا دشمن ہے۔ اور ان کی خود ساختہ ''تہذیب نو'' کا مخالف۔ اہل مغرب اپنے دین کے متعلق جو نظریہ رکھتے ہیں مسلمان بھی اپنے دین کے متعلق وہ نظریہ پیدا کرے؟

اس سے ان کی کیا مراد ہے؟

اس کا بہتر جواب ایک امریکی پادری ''روبنسون'' جو انگریزی کلیسا سے منسلک ہے۔ یوں دیتا ہے: ''روبنسن'' ایک دینی اجتماع میں اپنے ہم جنس کے ساتھ شریک ہے اور فخریہ طور پر ہم جنس پرستی میں خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کا اظہار کرتا ہے۔

کلیسا ''مقدس کلیسا'' اس بلند و بالا دینی مقام کیلئے اس شخص کے انتخاب پر کوئی حرج نہیں محسوس کرتا کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ 60 اسقف کی مجلس اسی ''اسقف'' کو انتخاب کر کے اس مقدس مقام پر فائز کر چکے ہیں۔ ایک کانفرنس میں اس ''اسقف'' نے خود اعتراف کیا کہ میرے منتخب ہونے میں جو لوگ مخالف تھے۔ کیونکہ میں آزاد جنسی ماحول کا طرفدار تھا۔ حق پر تھے اس لئے کہ یہ فعل تعلیمات کلیسا کے خلاف ہے۔ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا ''کتاب مقدس، تعلیمات کلیسا اور مذہبی روایات کے کوئی عمل مخالف ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کام ہی غلط ہے ہم ایک ایسے زندہ خدا کے عابد ہیں جو خدا زمینی حقائق تسلیم کرنے کی تعلیم دیتا ہے''۔

ھادی کائنات معلم انسانیت کی اس پیشین گوئی میں کس حد تک صداقت ہی صداقت پنہاں ہے۔ اب کوئی مخفی راز نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو القذة بالقذة حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه

پہلے لوگوں کے طور طریقے اپنانے میں تم ایسی برابری اختیار کرو گے جس طرح تیر کے دونوں پر برابر ہوتے ہیں حتی کہ اگر وہ لوگ (ضب) گوہ کی بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور داخل ہوکر رہو گے۔

لہٰذا اگر کوئی نام نہاد مسلمان اس ''پادری'' جیسی گھٹیا گفتگو کرتا ہے تو اسے بہت انوکھا نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ آپ کئی لوگوں کو کہتا سنیں گے کہ کسی بات یا عمل کا سلف صالحین احادیث نبویہ یا قرآن حکیم کی آیات کے مخالف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عمل ہی غلط ہے اس جیسی گفتگو کرنے والے دراصل ان لوگوں کی خوشنودگی کے طالب ہیں جو وہابیت، اصول پرستی اور التزام اسلام کے خلاف ننگی جارحیت کے خواہاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ۔ واذا لاتخذوک خلیلا

(اسراء:۷۳)

یہود ونصاریٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم

(البقرہ:۱۲۰)

اب تو یہ بات سامنے آرہی ہے کہ ملت یہود ونصاریٰ کی اتباع ان اعتقادات کو تسلیم کرنے تک محدود نہیں رہی جو ان کے ہیں بلکہ ان کے دین کو نئے طریقہ اور تحریف شدہ طریقہ سے سمجھنے کا نام یہودیت ونصرانیت ہوگا۔

لہٰذا ہر وہ شخص جو دین اسلام کی تحریف اور اس سے ظاہری نسبت کا تعلق رکھتا ہے وہ صرف اسی سے راضی، اسی پر خوش ہے۔ دین اسلام کے متعلق جو نظریہ اہل مغرب کا ہے اگر وہ نہ اپنایا جائے تو قطعاً اس پر راضی نہ ہونگے۔ سابقہ امریکی صدر کلنٹن نے دارالحکومت واشنگٹن میں ''جارج ٹاؤن'' یونیورسٹی میں لیکچر دیتے ہوئے کہا ''ہمارا اور ان کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اشیاء کے حقائق و مبادی سے کوئی واقف نہیں تمام حقائق کسی کے سامنے نہیں ہیں لہٰذا ہر انسان اپنی اپنی جگہ بلاتعلق غیر ایک حقیقت ہے۔ رہے مسلمان تو ان کے نزدیک حقیقت کی معرفت کا یقین محکم موجود ہے۔ اور جو بھی اس حقیقت پر ایمان لائے مسلم ورنہ کافر ہے اور اگر کوئی مسلم ہو مگر ان کے مطابق نہیں تو اسے مبتدع قرار دے دیتے ہیں آپ جب تک ان کے ساتھ عملاً واعتقاداً موافق نہیں مخالفت قائم رہے گی اگر چہ چھوٹے بچے ہی ہوں۔

بلاشبہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام حقائق کو کما حقہ جانتے ہی نہیں بلکہ ان کے خالق و مالک اور ان کی ابتداء وانتہاء پر واقف ہی نہیں قادر بھی ہیں۔

رہا انسان تو وہ قطعاً تمام حقائق سے باخبر نہیں بلکہ ہم انسان ہونے کے لحاظ سے تو اپنے رب تعالیٰ کی بھی صرف اتنی معرفت رکھتے ہیں جس قدر اس نے ہمیں واقف کرایا ہے اور بہت سے اسماء حسنیٰ تو صرف خدائے برتر ہی کے علم میں ہیں ہماری معرفت اللہ تعالیٰ کے متعلق اگر چہ قلیل ہے مگر اس کی وحدانیت وقدرت کے اقرار ویقین کیلئے وہ کافی تر ہے۔

پانی کی یہ حقیقت کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مجموعہ ہے یہ آشنائی جدید ہے مگر اس سے قبل یہ معلوم تھا کہ پانی پیاس ختم کرتا ہے کھیتی کیلئے ضروری ہے میل کچیل اس سے صاف ہوتی ہے۔

لہٰذا معرفت کا محدود ہونا حقیقت کے عدم کو لازم نہیں بلکہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے بشرطیکہ وہ حق ہے تو وہ قلیل ہی اس کے نقیض کے باطل و غلط ہونے کی واضح دلیل ہے بقول شاعر۔

قلیل منک یکفینی ولکن
قلیلک لا یقال لہ قلیل

آپ کی جانب سے قلیل وکم تر ہی مجھے کافی وشافی ہے مگر بات یہ ہے کہ آپ کے قلیل کو عرفاً قلیل نہیں کہا جاتا۔

حقیقت کے انکار کا نام کفر ہے لہٰذا جو شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہوئے بھی رسول نہیں جانتا وہ ایک قطعی حقیقت کا منکر ہونے کی بناء پر کافر ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مستحق عبادت نہیں سمجھتا وہ قرآنی تعبیر میں طاغوت کا منکر ہے۔

ہمارے اور غیر مسلم میں تعلق کی اصل بنیاد حکمت ودانائی سے دعوت دینے اور بہتر طریقہ سے جھگڑنے کی ہے ہم کسی انسان کے محض ''کافر'' ہونیکی بناء پر قتل نہیں کرتے نہ قتل روا رکھتے ہیں بلکہ ہمارا برحق دین تو اہل کتاب کی پاکدامن عورت سے نکاح کی بھی اجازت دیتا ہے تو کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ اولاً اس سے نکاح کیا جائے پھر اس پر تلوار کھینچ لی جائے رہے بچے تو ہمارے دین میں ویسے بھی ''مسلم'' قرار پاتے ہیں لہٰذا ان کا قتل چہ معنی دارد؟